بند مٹھی میں ریت

''مینا تم آج کل فارغ ہی ہوناں! اگر چھوٹا سا کام کہوں جس کا اجر بے حد وحساب ہے''۔

تنزیلہ بھابھی نے اپنی نند سے کہا۔ جس نے حال ہی میں ایم ایس سی مکمل کی تھی اور اب ایم فل کے لیے پر تول رہی تھی۔

مینا نے ایک لمحہ سوچے بغیر اقرار میں گردن ہلا دی۔ ماں کی وفات کے بعد جس طرح تنزیلہ بھابھی نے اس کا اور اس کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھا تھا۔ وہ اس کے بدلے میں تو نہیں اس کے اعتراف میں ان کے ہر حکم کی تعمیل کو فرض سمجھتی تھی۔

اس کے فوری اقرار پر تنزیلہ بھابھی مسکرائیں۔

''مینے تم نے کام کی نوعیت بھی نہیں پوچھی؟ کیا پتہ کام مشکل ہی ہو''۔

''مجھے پتہ ہے آپ مجھے وہ کام کہہ ہی نہیں سکتیں جو میرے لیے مشکل ہو''۔ مینا نے جواب دیا۔

''چلو پھر تو شکر ہے..... اب کام کی نوعیت بھی سن لو اگر اوپر والے کو خوش کرنے کے لیے کیا تو درجہ بھی بہت بلند ملے گا۔ سمجھ گئیں؟'' انہوں نے علامتوں کا سہارا لیا لیکن مینا سمجھ گئی تھی۔

''جی ضرور۔ کون ہے؟ کس کلاس کی سٹوڈنٹ ہے؟''

میری دوست کی بیٹی ہے بائیو میں ذرا کمزور ہے اور انگلش تو بے چاری کی ہے ہی خراب، میٹرک میں دو دفعہ دونوں مضامین میں فیل ہو چکی تھی۔ پھر تمام سبجیکٹ بدلے تو بس سمجھو گزارے جوگے نمبروں سے ہی نکلی ہے۔ اب دو چار ماہ کے بعد اس کے فرسٹ ائیر کے امتحانات ہیں مگر انگلش میں بہت پیچھے ہے۔ مالی حالات بس ٹھیک ہیں سلسلہ چل رہا ہے دن رات کا مگر پورے شہر میں صرف لڑکیوں کے لیے کوئی اکیڈمی یا ٹیوشن سنٹر نہیں ہے۔ مخلوط اکیڈمی میں وہ بچی کو بھیجنا نہیں چاہتے۔ اس کا ذہن کوئی بہت اچھا نہیں ہے۔ برا وقت بتا کے تو نہیں آتا، بہر حال احتیاط تو والدین کو ہی کرنا ہوتی ہے۔ بھابھی نے بچی کے لیے ٹیوشن کی ضرورت کا پس منظر بتایا۔

''جیتی رہو''۔

مینا کی رضا مندی کے بعد انہوں نے اپنی دوست سے رابطہ کیا اسی سہ پہر وہ دوست اپنی بیٹی اور کتابوں کے بھاری بھرکم بیگ کے ساتھ حاضر ہو گئیں۔

مینا نے خلوص نیت اور خوش دلی کے ساتھ اسے پڑھانا شروع کیا مگر بہت جلد اسے اندازہ ہوا کہ بچی، جس کا نام فاریہ تھا، کند ذہن، ڈل، ڈفر، نالائقی کے سارے مفہوم پر پورا اترتی تھی۔ پورا گھنٹہ مغز ماری کر کے وہ جو کچھ سمجھاتی، اگلے دن صفا چٹ اور ذہن صاف سلیٹ ہوتا۔ کئی دفعہ مینا کے جی میں آتا کہ ایک تھپڑ لگائے۔ مینا پڑھاتے ہوئے نوٹ کرتی وہ پوری دل جمعی اور یک سوئی سے سن رہی ہے جب اسے سنانے کے لیے کہا جاتا تو وہ مہا ہونق بن کے آنکھیں کھول کے اسے دیکھنے لگتی۔ دو ہفتوں کے بعد مینا نے پڑھانے کا طریقہ بدلہ اور سننے کی بجائے لکھنے پر متوجہ کیا۔ یہ ٹھیک ہے علم سننے اور دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے مگر علم کو محفوظ تو یاد کر کے اور لکھ کے کیا جاتا ہے۔ جب لکھنا پڑا تو شروع میں رزلٹ بہت ہی تکلیف دہ تھا۔ بس پوچھے گئے سوال ہی کو اپنی طرف سے خوبصورت ترین بنا کے لکھا ہوتا تھا۔

مینا کو اس کی نفسیات سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ رٹا پروگرام تھی اور رٹا سسٹم کی سب سے بڑی خامی یہی ہے کہ اگر یاد کی چیز کا پہلا لفظ ذہن سے نکل گیا تو باقی کبھی بھی آپ کو یاد نہیں آئے گا۔ اس ناکامی کے بعد مینا نے

طریقہ کار بدلہ اور پڑھائے جانے والے سبق کا کونسپٹ آسان فہم الفاظ میں اس کی کھوپڑی میں منتقل کرتی جہاں پر اسے اب شبہ تھا کہ دماغ نام کی کوئی چیز ہے بھی کہ نہیں!

مینا کی محنت کا اتنا سا رزلٹ سامنے آیا کہ وہ نصابی کتب کے الفاظ کی بجائے اپنے الفاظ میں کچھ نہ کچھ لکھنے لگی۔ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد والی فضا بدل گئی تھی۔ مینا کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ کہنے کو وہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ کہ جس کا نصف صرف اور صرف پینتالیس منٹ ہوتے ہیں پڑھاتی تھی مگر مینا اس کے جانے کے بعد دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیتی۔ صبح کو بھگوئے بادام کی گریاں کھاتی..... کبھی کبھار کام والی ماسی کو پچاس کا نوٹ دے کے سر کی خوب مالش کرواتی مگر اپنا دماغ ہی لگتا تھا اب کھوتا دماغ بنتا جا رہا ہے۔ سوچتی خدا خدا کر کے اس کے امتحانات ہوں اور وہ معذرت کر لے۔ ذہنی طور پر وہ تھک جاتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ پہلے سے اس کا رزلٹ بہت اچھا تھا۔ پچھلے ماہانہ ٹیسٹ میں اس نے صرف پاس ہو کے نہیں دکھایا تھا بلکہ کلاس کی ابتدائی پچیس لڑکیوں میں اس کا نمبر تھا۔

فاریہ کو پڑھاتے ہوئے اس کو چکر آتے دماغ گھومتا محسوس ہوتا وہ شربت، بادام، ملک شیک بناتی تو ایک گلاس اس کا بھی لانا پڑتا۔ یہ اسے اس کی مرحومہ ماں نے بہت اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ رزق میں حصہ دار کو ڈھونڈنا نہیں پڑتا وہ خود بسا اوقات چل کے دینے والے کے پاس آتا ہے۔ فاریہ ان مہینوں کسی نہ کسی طور بہر حال مینا کے رزق میں حصہ دار ہی رہی۔

پھر فاریہ کی ڈیٹ شیٹ آ گئی۔ ہفتہ بعد اس کا پہلا پیپر ہی انگلش کا تھا۔ مینا اسے پچھلے پانچ سالوں کے سارے تعلیمی بورڈ کے پیپر حل کروا کے دیکھ چکی تھی۔ دونوں کی محنت رنگ لائی تھی۔ مینا کا گرینڈ ٹیسٹ کا رزلٹ نا قابل یقین حد تک شاندار تھا اس نے انگلش میں سو میں سے نوے نمبر لے کے کلاس میں تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔

ان گزرے تین چار ماہ میں واقعی مینا نے خلوص دل سے پڑھایا۔ بھابھی اسے اکثر شاباش دیتیں شکریہ ادا کرتیں لیکن فاریہ نے اس پورے عرصہ میں مجال ہے جو کبھی زبان سے شکریہ کا ایک لفظ کہا ہو۔ کبھی اظہار تشکر کے طور پر آتے ہوئے کوئی چھوٹی موٹی چیز لائی ہو۔ جس علاقے میں فاریہ کا گھر تھا وہاں کی بریانی اور آئس کریم پورے شہر میں سب سے زیادہ مشہور تھی۔ مجال ہے جو کبھی آئس کریم کا ایک سکوپ یا بریانی کی پلیٹ ہی پیک کروا کے لے آتی۔ پڑھانے کا ثواب اجر اپنی جگہ پڑھنے والے کی خصلت بھی تو احسان مندی کی ہونی چاہیے۔ دل ہی دل میں وہ بھابھی کی اس دوست کی بیٹی کو شوہدی، کنجوس جیسے چالیس القابات دے چکی تھی۔

پھر یہ ہوا کہ اس کا ٹیوشن کا آخری دن بھی طلوع ہو گیا۔ اس نے خود ہی بھلے لفظوں میں کہہ دیا تھا۔

مینا آپی مجھے آدھ گھنٹہ آنے میں اور آدھ گھنٹہ جانے میں لگتا ہے۔ رکشہ والا بہت پیسے مانگتا ہے، مجھے اللہ کا شکر ہے اب یاد ہو جانا ہے، اب میں ٹیوشن کے لیے نہیں آؤں گی۔ پڑھنے کے دوران وہ بار بار بھیگی آنکھوں کو صاف کرتی رہی لیکن زبان گنگ ہی رہی۔ جاتے ہوئے تنزیلہ بھابھی اور مینا سے وہ خوب لپٹ لپٹ کے ملی۔ آپ دونوں کا شکریہ جیسے الفاظ بھی ادا کیے۔ آج اس کا باپ اسے لینے آیا تھا۔ ایسے ہی مینا کے دل میں آیا اس کی جتنی دوستیں بھی ٹیوشن پڑھانے کا کام کرتی ہیں وہ اکثر بتاتی تھیں کہ اپنی فیس کے علاوہ بھی شاگرد لڑکیاں کچھ نہ کچھ لے کے آیا کرتی تھیں۔ عید پر گفٹ بھی دیتی تھیں۔ اور تو اور خاندانی تقریبات میں مدعو کرتیں، کھانا وانا بھی پیک کروا کے بھیجتیں ایک پتہ نہیں ہماری بھابھی کو یہ مہا کنجوس شاہکار کہاں سے ملا۔

حد ہو گئی حد بے شرمی اور احسان فراموشی کی!'' آپ دونوں کا بے حد شکریہ'' چار ماہ کی ریاضتوں کا بس یہ چار الفاظ میں صلہ۔ اندر تک مینا کلس کے رہ گئی۔ نیکی کر تو لی مگر اب قائم رکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ ٹھیک ہے وہ بھوکی نہیں تھی، اسے معاوضے کا لالچ بھی نہیں تھا مگر چار ماہ کی محنت پر کچھ نہ کچھ دینا تو بنتا تھا۔ اس نے کون سا رکھ ہی لینا تھا۔ فیس ہوتی یا تحفہ، وہ واپس کر دیتی مگر شاگرد دیتی تو سہی!

دل اتنا برا ہوا کہ وہ کمرے میں بند ہو گئی۔ موبائل کھولا، سٹیٹس چیک کیے اور کچھ سوچ کے سٹیٹس ٹائپ کرنے لگی۔

''کچھ لوگ بہت بے مروت ہوتے ہیں، احسان ماننا تو درکنار احسان تسلیم ہی نہیں کرتے۔ جیسے ہماری نالائق شاگرد جسے پوری آب وتاب سے پہلے دس نمبروں میں شامل کروایا مگر.....(اس کے بعد کانوں کو ہاتھ لگانے والی اموجیز، ایک دو تین چار.....'')

ایک دولمحہ کچھ سوچا پھر اپ لوڈ کر دیا۔

اسی وقت دروازہ پر دستک ہوئی۔ پھوپھو جانی پھوپھو جانی بابا بلا رہے ہیں۔ مینا کا چار سالہ بھتیجا اس کو بلانے آیا۔ مینا وہاں پہنچی تو بھائی جان بریانی اور آئس کریم کے بڑے بڑے پیک لے کے کھڑے تھے۔

''چلو بھئی مینا شہزادی جلدی سے کھانا لگاؤ''۔

مینا نے جلدی سے برتن دسترخوان پر رکھے۔ بھابھی بھی نماز پڑھ کے آئیں۔ بریانی کھول کر ڈش میں رکھی، آئس کریم فریزر میں رکھتی ہوئی بولیں۔

''تمہاری شاگرد کے والد صاحب دے کے گئے ہیں۔ اور یہ مینا تمہیں فاریہ دے کے گئی ہے کہہ رہی تھی میرے جانے کے بعد دیجیے گا''۔ مینا نے کھانا بھول کے کاغذ کھولا۔

''پیاری مینا آپی! میں آپ کا احسان ساری زندگی نہیں بھول سکتی۔ پاؤں کے نیچے ایک رسنے والے زرے کو آپ نے چمکا کے آسمان کا ستارہ بنا دیا۔ مجھے شکریہ ادا کرتے ہوئے بہت شرم آتی ہے۔ یہ حقیر سا تحفہ ہے اصل تحفہ تو اللہ جی دے سکتے ہیں میں بس روزانہ دو نفل پڑھ کے آپ کے لیے بے پناہ اجر کی دعا کرتی ہوں اور انشاء اللہ مرتے دم تک کرتی رہوں گی۔ ہم مزدور لوگ ہیں رکشہ والا پانچ ہزار مانگتا تھا مہینہ کے میں روزانہ پیدل آتی اور جاتی تھی اس طرح میرے پاس بیس ہزار جمع ہو گئے۔ کچھ میرے پاس جمع شدہ رقم تھی جو عید پر ملی تھی۔ یہ سونے کی انگوٹھی ہمیشہ آپ کو میری نالائقیاں اور اپنی محنت یاد کروائے گی.....امی آپ کو رزلٹ کے بعد تحائف دیں گی۔ میں نے سوچا انعام نتیجے پر نہیں محنت پر دیا جا۔ آپ کی محنت اور محبت کے لیے چھوٹا سا تحفہ قبول کیجیے۔ والسلام، نازیہ''۔

جگ مگ کرتی سبز اور سفید موتی والی سونے کی انگوٹھی کاغذ سے نکل کے اس کی گود میں آ گری تھی۔ اس نے بھاگ کے موبائل اٹھایا۔ اوہ میرے خدایا کہیں فاریہ نے سٹیٹس چیک نہ کر لیا ہو۔

جونہی اس نے سٹیٹس والا آپشن ڈلیٹ کرنے کے لیے کھولا سٹیٹس دیکھنے والوں میں دو منٹ پہلے سب سے اوپر فاریہ رمضان کا نام تھا۔

☆.....☆.....☆